محسن احرار، ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

غیر ملکی سودی قرضے اور ہمارے نقصانات

محسن احرار ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نور اللہ مرقدہ نے اپنی علالت کے دوران انتقال سے تقریباً پانچ ماہ قبل جون 1999ء میں یہ مضمون تحریر کیا جو شائع نہ ہو سکا۔ وہ اپنے علمی و ادبی ذوق کے مطابق روزانہ مطالعہ کرتے اور مختلف کتابیں ان کے سرہانے رکھی ہوتیں۔ تمام قومی اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ ان کا روزمرہ تھا۔ خاص طور پر ادارتی صفحات کو بڑی عمیق نگاہ سے پڑھتے۔ پھر جو تاثر اُبھرتا فوری طور پر رواں دواں لکھ دیتے۔ ایک کاپی جو آخر وقت تک اُن کے سرہانے رکھی رہی اس میں متفرق تحریریں درج ہیں۔ ذیل کی تحریر بھی اسی کاپی سے لیکر ہم ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ 12۔ نومبر کو محسن احرار کو ہم سے جدا ہوئے ایک سال ہو رہا ہے یہ غیر مطبوعہ تحریر شائع کر کے ہم اپنے دلوں کو ان کی یاد سے معمور کر رہے ہیں۔ حضرت محسن احرار رحمہ اللہ کی شخصیت و سوانح پر خصوصی اشاعت کی تیاری ہو رہی ہے۔ احباب اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال فرمائیں۔ (مدیر)

پاکستان کی ہر حکومت نے خود انحصاری کی جگہ غیر ملکی سودی قرضوں کو اوّلیت دی پھر ان قرضوں کے ماتحت قرض دینے والوں کی ''سیاسی'' پالیسیاں بھی قرضوں کے ہمراہ آئیں اُن ممالک کے ''افراد'' بھی قرض کے ہمراہ آئے قرض کی آدھی رقم ان کی خوفناک ماہانہ تنخواہوں میں کھپ جاتی۔ باقی آدھی ان کی سیاسی پالیسیوں کی تکمیل، برسر اقتدار طبقہ کے سیاسی استحکام، اور اپوزیشن کو کمزور کرنے پر صرف ہوتی ہے۔ رہ گئی ان غریب پاکستانیوں اور محروم طبقوں کی بات جن کا نام لیکر یہ حکومتیں بھیک مانگتی ہیں اور روز اوّل سے بھکاری کا رول ادا کر رہی ہیں، ان محروم طبقات نے 48 سال سے ان قرضوں کی بو یا خوشبو تک نہیں سونگھی۔

قرض دینے والے سود خور بھیڑیوں نے جب پاکستانی قرضوں اور سود کی فائلیں دیکھیں تو انہوں نے ادھر کا رخ کیا اور علانیہ پاکستان کا سروے کیا اور اپنی سروے رپورٹوں میں یہ لکھا کہ جو قرضہ لیا جاتا ہے۔ وہ اصل جگہ پر خرچ نہیں کیا جاتا جو مستحق لوگ تھے وہ ویسے کے ویسے ہی محروم ہیں اور ہماری انسانی همدردی کے جذبے سے دیئے گئے امدادی فنڈز یا قرضے پاکستان کا حکمران طبقہ ہڑپ کر جاتا ہے جس کا منفی اثر یہ ہے کہ لوگ ہمارے خلاف زیادہ ہو گئے ہیں۔ آئندہ پاکستان اور دیگر ترقی پذیر ممالک کو قرض سوچ سمجھ کر دیئے جائیں۔

ادھر قرضوں میں ملنے والے اربوں کھربوں رپوؤں کی ظالمانہ تقسیم، لوٹ کھسوٹ اور آپا دھاپی سے ملکی سطح پر جو مزاج پیدا ہوا اس سے پورا ماحول کمر شلزم کا شکار ہو گیا کوئی شخص خلوص اور ایثار کے خوشبودار جذبے کے ماتحت کام کرنے کو تیار نہیں۔ چاہے وہ کام انگلی کے اشارے سے ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔ آپ کسی محکمے کے دفتر میں چلے جائیں اور اپنا جائز کام جائز طریقے سے کرانے کی کوشش کریں. ایڑیاں گھسا دیں، کام کرنے والے متعلقہ افراد آپ کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ البتہ جیسے ہی آپ نے قرض کھانے والی حکومت کے حرام خور ملازمین کو ناپاک اور حرام مال کی شکل دکھائی تو پھر آپ اپنی جگہ براجمان رہیں آپ کا

تمام کام قانونی ترتیب کے خلاف پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اور پھر یہ پاکستانی حرام خور کسی بڑے ہوٹل میں بیٹھا آپ کو پاکستان کی تعریفیں کرتا دکھائی دے گا اور تانی اس جملے پر آ کر ٹوٹے گی کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے؟

غیر ملکی نظام اقتصادیات نے ہمیں مارکیٹ اکانومی اور سود کی لعنت میں یوں جکڑ لیا ہے کہ عام آدمی اسکا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تمام ترقی پذیر ممالک خصوصاً پاکستان دولت کا بڑا بت بننے کی فکر میں ہے اور یہ اثر ہے بین الاقوامی کافرانہ جنگ زرگری کا۔ اس جنگ زرگری میں پاکستان دولت کا ھُبل تو نہ بن سکا لیکن پاکستانیوں کی اکثریت سود کی لعنت میں گرفتار ہوگئی ہر وہ آدمی جو سرمائے کالات ومنات بننے کا پروگرام بناتا ہے وہ بینکوں سے منہ مانگا قرض لیتا ہے پاکستان کا 85 ارب روپیہ انہی قارونوں اور شدادوں کے پاس ہے جو دولت کے بُت تو بن گئے، سیاست میں بھی چمک اٹھے اور حکومت کے ناپاک ایوانوں تک بھی ان حرام خوروں کی رسائی ہوگئی اور ان کے ناپاک ہاتھ بھی اتنے طاقتور ہوگئے کہ انہیں کوئی حکومت کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔ کہے تو رہ نہیں سکتی، اب عام زندگی کا یہ حال ہے کہ ان پڑھ، جاہل، گنوار اور ہزار کو ''بچار'' کہنے والا ناہنجار پیسے لئے بازار میں گھومتا ہے کہ ''پیسہ لے لو، سو پر پچیس دے دینا، دکان میں مال ڈال دو اور سرمائے کا بت بننے کا ہر خواہشمند اس آفر کو سنہری موقع سمجھتا ہے۔ دولت لے لیتا ہے، دکان میں مال ڈال لیتا ہے پھر پاکستانی حکومتوں کی طرح نادہند بن جاتا ہے جس کا منطقی نتیجہ وہی نکلتا ہے جو امریکہ نے معین قریشی کے ذریعہ پاکستان سے نکالا۔ پھر معین قریشی نے بھی کہا پاکستان اسلام کا قلعہ ہے؟

مقروض ملک کے پیدائشی مقروض باسی سود در سود کے عذاب میں اس وقت تک مبتلی رہیگا۔ جب تک ہمارا ملک خود انحصاری کے اصول پر منظم نہیں ہو جاتا ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے اسلام کے بڑے بڑے دعوے بھی کرتے مگر ہماری بد عملی ہمارے اسی ایک عملِ بد سے واضح ہے کہ ہم سودی رقم نہیں چھوڑ سکتے حالانکہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم نے اپنی مرضی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا مگر ہمارا عمل اس کے برعکس ہے۔ ہم بد عملی اور حرام میں گلے گلے دھنس گئے ہیں۔ جب تک ہم قومی سطح پر بد عملی اور حرام کی دلدل سے نہیں نکلیں گے ہمارا حال تبدیل نہیں ہو سکتا۔ ہم جنگ زرگری، مارکیٹ اکانومی اور سود کے خونیں پنجوں میں یونہی پھنسے رہیں گے۔

سیدنا عباس رضؓ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے جب سود کی حرمت کی آیت نازل ہوئی تو بہت پریشان ہوئے۔ اپنی پریشانی کو حل کرنے کیلئے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: میں نے مکہ کی تمام بڑی تجارتی پارٹیوں سے سود لینا ہے، اصل رقم بھی لینی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تو ایک درہم بھی اس میں سے لینا آپ کیلئے حلال نہیں ہے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کا حکم مان کر تمام حرام سرمایہ واپس لینے کا ارادہ فسخ کر دیا اس کا نام ہے اسلام اور یوں ہوتا ہے مسلمان۔ ''سردار آصف''(1) کی طرح مسلمان نہیں ہوتا۔ سود چھوڑنا ہے تو یوں چھوڑیں ورنہ تسلیم کریں ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

اسلام نے مسلمان کو جن اقدار کا پابند کیا ہے اس سے ایک خاص اثر جنم لیتا ہے۔ اور ان اثرات سے

(1) اس وقت کے وزیر خارجہ جنہوں نے اپنے بیانات میں سودی نظام کی حمایت کی تھی۔ (مدیر)

ماحول مرتب ہوتا ہے۔رات دن میں اعمال، اخلاق اور معاملات کے چوبیس گھنٹے ہیں ۔ جو آدمی چوبیس گھنٹے اعمالِ خبیثہ میں مبتلیٰ رہے یا اعمالِ خبیثہ کے ماحول میں رہے وہ یقیناً معاشرے پر اچھے اثرات مرتب نہیں کر سکتا۔ غلاظت کے ڈھیر سے خوشبوؤں کے ''ہلوں'' کی خواہش کرنا یا اُمید رکھنا نہ صرف حماقت ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی جہالت ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوا اور اپنے اعمال میں کمی یا نقص کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم استغفار کیوں نہیں کرتے؟ جبکہ میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں۔

جن لوگوں کو قوم کی بربادی اور زوال کا احساس ہے ان کو اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ جب تک سود کا حرام کھانے والے زرگر حرام نہیں چھوڑیں گے۔ آئندہ کے لئے پکی توبہ نہیں کریں گے اور دل کی گہرائی سے استغفار نہیں کریں گے، سماج میں کسی قسم کی تبدیلی یا تبدیلی کے اثرات ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے۔

بقیہ از ص 29

حکومت سے لولی لنگڑی جمہوریت بہتر ہے بھلے وہ انتہا کی کرپٹ ہی ہو" تم اس دام ہمرنگ زمین میں پھنسنا ارشادِ زمانہ سنو۔ اقتضائے وقت سمجھو..... " اٹھو ورنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی" قوم کی امیدوں گے چراغ گل ہونے سے بچاؤ..... قومی لٹیروں کے ہاتھوں صیدِ زبوں بننے کی بجائے انہیں آہنی زنجیریں پہناؤ..... وطن کی ڈانواں ڈول نیا کے کھیون ہارے بن جاؤ ...... شنیدہ خبریں ماحول کو طاغوت کی آتشی بٹھیوں میں جھونک رہی ہیں ۔ مایوسیوں کا عفریت خوفناک منہ کھولے آگے بڑھ رہا ہے۔ بادِ سموم بہار کو خزاں میں بدل رہی ہے تم لوگوں کو دلفریب سپنوں کا حال سنا کر امریکہ کا وفادار نہ بناؤ بلکہ کچھ کر کے دکھاؤ ہم نجات چاہتے ہیں ایک ہمہ جہت نجات جس میں محبت ہو، مودّت ہو مروّت ہو اخلاقیات کی حلاوت ہو، آزادی کی مستی ہو ہاں ہاں آزادی کی مستی ہماری نیوکلیر ٹیکنالوجی ہماری اپنی ہو بالکل اپنی بڑی طاقتوں کے ہاں رہن نہ ہو تمہاری پالیسیوں کے باعث لوگ اپنے تئیں اب بھی غلام سمجھتے ہیں انہیں ہر سال جشن آزادی بوجوہ بے رنگ اور بے ڈھنگ سا لگتا ہے انہیں حقیقی آزادی کی برکتوں سے سیراب و فیضیاب ہونے کا موقع دو..... بقول شاعر

عہدِ حاضر میں کوئی زیست کا عنواں سوچو
ورنہ رہ جائینگے ہم بے سرو ساماں سوچو
میرے ماحول کی گھمبیر سی خاموشی سے
اٹھنے والا ہے کوئی قہر کا طوفاں سوچو